یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (القرآن)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (ترجمہ کنزالایمان)

وسیلے کا شرعی ثبوت

A-1
783
3313

ناشر: فیضِ رضا پبلی کیشنز جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ) مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد
Ph: 0092-41-8788807
Mob: 0092-300-8660128

Presented By: https://jafrilibrary.com

اِتِّحافُ الْاَذْکِیَاءِ
بِجَوَازِ
التَّوَسُّلِ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ

تالیف

ابو الفضل عبداللہ بن محمد بن الصدیق الحسنی

ترجمہ

محمد ریاض احمد سعیدی

محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل
جامعہ اسلامیہ لاہور

فیضِ رضا پبلی کیشنز فیصل آباد (پاکستان)

Presented By: https://jafrilibrary.com

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں

کتاب ——— اتحاف الاذکیاء بجواز التوسل بالانبیاء والاولیاء

مؤلف ——— السید عبداللہ بن محمد بن الصدیق الحسنی

مترجم ——— محمد ریاض احمد سعیدی

کمپوزنگ / نظر ثانی ——— محمد ریاض احمد سعیدی

سن طباعت ——— جولائی 2010

تعداد ——— 1100

ناشر ——— فیض رضا پبلی کیشنز

گرافکس ڈیزائنز ——— عدیل الرحمٰن اطہر

پرنٹرز ——— البغداد پرنٹرز مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد

Tel: 0092-41-8788807

E-mail. ab_printers007@yahoo.com

—— ملنے کا پتہ ——

فیضِ رضا پبلی کیشنز فیصل آباد (پاکستان)

جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد

Phone: 0092-41-8788807-8860777 Mobile: 0092-300-8660128

URL: www.jamiaqadria.net e-mail:info@jamiaqadria.net

الفہرس

﴿پہلا باب دلائل کے ذکر میں﴾

☆ **پہلی دلیل**، قرآن کریم سے توسل کے جواز پر 7

☆ **دوسری دلیل**، قرآن کریم سے 11

☆ **تیسری دلیل**، 14

☆ قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات 15

☆ **چوتھی دلیل**، 20

☆ **پانچویں دلیل**، حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ 21

☆ **چھٹی دلیل**، حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات کا قصہ 23

☆ **ساتویں دلیل**، نابینا کا قصہ 25

☆ **آٹھویں دلیل**، حدیث حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ ...... الخ 29

☆ **نویں دلیل**، مسجد کی طرف نکلنے کی دعا 30

☆ **دسویں دلیل**، مسلمانوں کے ناداروں کے ذریعے فتح مانگنا 32

☆ **گیارھویں دلیل**، حدیث ابدال 32

☆ **بارھویں دلیل**، اللہ کے بندوں سے استغاثہ 33

☆ **تیرھویں دلیل**، صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے ذریعے مدد مانگنا 36

Presented By: https://jafrilibrary.com

﴿دوسرا باب آثار کے ذکر میں﴾

☆حضرت عثمان بن حنیف ؓ کا قصہ اور حضرت عثمان بن عفان ؓ کی بارگاہ میں ایک صاحب حاجت 37

☆حضرت عمر ؓ کے عہد میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر ایک شخص کا حاضر ہونا اور قحط کی وجہ سے اس کا بارش طلب کرنا 38

☆عام الفتق کا قصہ اور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے اوپر آسمان کی طرف روشندان کھولنا 39

☆حضور اکرم ﷺ کے چچا جان کے ذریعے بارش طلب کرنا۔ 39

☆موقف سمجھنے میں ابن تیمیہ اور وہابیہ کی خطاء اور ان کی خطاء کی وجوہ کا بیان 40

☆رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مناظرہ 43

☆حضرت موسیٰ بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے ذریعے شیخ الحنابلہ خلال کا توسل 46

☆حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے بارے میں بعض ائمہ حدیث کا قول 47

☆امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر سے توسل 47

☆مدینہ طیبہ میں حافظ ابوبکر بن المقری، طبرانی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قصہ 47

☆مدینہ طیبہ میں ابو الخیر اقطع زاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ 48

☆رافضی دقاق کا قصہ 49

☆قبر النذور 50

☆باہلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے ذریعے بارش طلب کرنا 52

☆صالحین کی قبور کی زیارت اور ان کے ذریعے برکت طلب کرنے میں علماء کرام کے اقوال 54

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اے اللہ! ہم تیری ایسی تعریف بجالاتے ہیں جو تیری ذات کے جلال اور تیری بادشاہت کی عظمت کے لائق ہے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں اپنے عام فضل اور بڑے احسان سے عطا فرمایا۔ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر اپنی افضل صلوات وتسلیمات اور پاکیزہ برکات وتحیات نازل فرما جو عقد وجود کا واسطہ اور ہر موجود تک بھلائی پہنچنے کا وسیلہ عظمیٰ ہیں اور اے اللہ! تو، آپ ﷺ کی طیب وطاہر آل اور انصار ومہاجرین کے بہترین صحابہ سے راضی ہو جا۔

اما بعد! میں نے گذشتہ دنوں ایک چھوٹا رسالہ مرتب کیا اور اس کا نام ''اِتِّحَافُ الۡاَذۡكِيَاءِ بِمَا وَرَدَ فِي التَّوَسُّلِ بِسَيِّدِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَ غَيۡرِهٖ مِنَ الصَّالِحِيۡنَ وَالۡاَوۡلِيَاءِ'' رکھا۔ میں نے اس میں وہ دلائل جمع کر دیئے جو مجھے میسر آئے کیونکہ ایسے آثار موجود ہیں جو جواز توسل پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شرک یا کفر نہیں ہے بخلاف اس کے جس کا گمان، غالی وہابیہ کرتے ہیں۔

مجھے پتہ چلا کہ رسالہ اپنے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلد ہی فروخت ہو گیا یہاں تک کہ جب اس کے نسخے مفقود ہو گئے تو میں نے اسے نئے سرے سے طبع کرانے کا ارادہ کیا ان فوائد کا اضافہ کر کے جو میں نے اپنی کتاب ''اَلرَّدُّ الۡمُحۡكَمُ الۡمَتِيۡنُ عَلٰى كِتَابِ الۡقَوۡلِ الۡمُبِيۡنِ فِيۡ حُكۡمِ دُعَاءٍ وَّ نِدَاءِ الۡمَوۡتٰى مِنَ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡاَوۡلِيَاءِ وَالصَّالِحِيۡنَ'' سے چنے۔ اور میں نے اس رسالہ کو دو بابوں پر ترتیب دیا۔

میں اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کے ذریعے مطالعہ کرنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

والے کو نفع بخشے اور اگر وہ غلو اور تعصب کرنے والوں سے ہے تو اس کے سینے سے غلو اور تعصب کی بیماری زائل کر کے اسے توفیق وہدایت عطا فرمائے۔ بیشک وہ قریب اور دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

پہلا باب...... دلائل کے ذکر میں

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

[البقرة ۲:۳۷]

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ ان پر رجوع برحمت ہوا۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو شدید کرب اور غم میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے آدم! کیا میں آپ کو آپ کی توبہ کے ایسے دروازے کی طرف رہنمائی کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول فرمائے گا؟ فرمایا: کیوں نہیں اے جبرئیل! فرمایا: آپ اپنے اس مقام میں کھڑے ہوں جس میں آپ اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں پس آپ اس کی بزرگی اور تعریف بیان کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور مدح سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ فرمایا: اے جبرئیل! پھر میں کیا کہوں؟ حضرت جبرئیل نے بتایا کہ آپ اس طرح کہیں:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے

Presented By: https://jafrilibrary.com

بادشاہی اور اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔

پھر آپ اپنی خطا سے توبہ کریں اور کہیں،

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ عَمِلْتُ السُّوْءَ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُکَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ کَرَامَتِهٖ عَلَیْکَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ .

''پاک ہے تو اے اللہ! میں تیری حمد کرتا ہوں، نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، اے میرے رب! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں نے برائی کی پس تو مجھے بخش دے، بیشک گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مگر تو۔ اے اللہ! بیشک میں تجھ سے تیرے بندے محمد (ﷺ) اور تیرے نزدیک اس کی بزرگی کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری خطا معاف فرما۔

کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تجھے یہ کس نے سکھایا؟ عرض کیا: اے اللہ جب تو نے مجھ میں روح پھونکی پس میں نے تندرست آدمی کی صورت اختیار کی۔ میں سننے، دیکھنے اور سمجھنے لگا، میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ .

چونکہ میں نے کبھی بھی تیرے نام کے بعد کسی مقرب فرشتے یا کسی نبی مرسل کا نام نہیں دیکھا تھا سوائے اس نام کے، تو میں نے یہ جان لیا کہ بیشک یہ تیری مخلوق میں اکرم ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، میں نے تیری توبہ قبول فرمائی اور تجھے معاف کیا

اس باب میں ایک مرفوع حدیث ہے جس پر ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کلام کریں گے۔

اور آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی میں فرمایا:

﴿فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ ......﴾ [البقرة ۲:۳۷]

تلقی کلمات سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ان باتوں کو قبول کیا اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔ لہٰذا یہ اس سے ماخوذ ہے کہ کوئی جب اپنے دوست کا لمبے عرصہ بعد استقبال کرتا ہے تو ہر طرح کا اعزاز و تکریم بجالاتا ہے۔ اور بارگاہ ایزدی سے جو باتیں پیش ہوں ان کا اکرام و اعزاز یہ ہے کہ انہیں قبول کرے اور انہیں عملی جامہ پہنائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشہور روایت میں مروی ہے کہ وہ کلمات یہ ہیں:

﴿......رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [الاعراف ۷:۲۳]

(دونوں نے عرض کیا) اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ کلمات ہیں:

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ، ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ .

تو پاک ہے اے اللہ! اور تیری حمد اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو میری بخشش فرما، بے شک گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا۔

اور کہا گیا ہے کہ آپ نے عرش کے پائے پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' لکھا ہوا دیکھا تو اس کے سبب شفاعت طلب کی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر 'کلمہ' کا اطلاق حضرت عیسٰی علیہ السلام پر کیا جا سکتا ہے تو 'کلمات' کا اطلاق روح اعظم، حبیب اکرم ﷺ پر بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عیسٰی و حضرت موسٰی وغیرہما تمام انبیاء کرام علیہم السلام انہیں کی تجلیات کے ٹکڑے اور انہیں کے گلشن انوار کی کلیاں ہیں۔

اور اس کے علاوہ بھی روایت کیا گیا ہے۔

ابو حیان کی ''البحر المحیط'' میں کلمات کی تعیین میں اس کی مثل حکایت کے ساتھ دوسرے اقوال ہیں۔ اور ان اقوال کے درمیان تعارض نہیں ہے جیسا کہ ان کے درمیان جمع کے امکان کا گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وہ تمام کلمات سیکھ لئے یہاں تک کہ وہ اذکار ہونے سے نہیں نکلتے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف و بزرگی اور اس پر اکرم الخلق کے ذریعے اس کی طرف توسل اور اعتراف خطا پر مشتمل ہیں۔ اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دینے کا کوئی داعی نہیں ہے باوجود جمع ممکن ہونے کے جسے ہم نے ذکر کیا۔

ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول اختیار کیا لیکن اس کا غیر رد نہیں کیا۔ تیرے سامنے ان کی عبارت ہے۔ کلمات کی تعیین میں مجاہد سے مختلف اقوال کی حکایت کے بعد فرمایا جو ان کی مراد پر نص ہے۔

اور یہ الفاظ جن کی ہم نے ان سے حکایت کی اگرچہ مختلف الالفاظ ہیں لیکن ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جل ثناؤہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چند کلمات سکھائے پس وہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھ لئے، انہیں قبول کیا، ان کے ساتھ عمل کیا اور ان کلمات کو کہنے اور ان پر عمل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی خطا سے توبہ کی۔ پس اللہ تعالیٰ ان کلمات کے سبب رجوع برحمت ہوا جو کلمات حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھے تھے اور وہ آپ کا یہ قول ہے:

﴿۔۔۔رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [الاعراف ۷:۲۳]

(دونوں نے عرض کیا) اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ہمارے بیان کردہ اقوال کی جس نے مخالفت کی اس کی بات ساقط نہیں ہے بلکہ اس پر کوئی قابل تسلیم حجت قائم نہیں ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا ہمیں جائز ہے۔ اور وہ وہی کلام ہے جو بارگاہ خداوندی میں تائب ہونے کے وقت اس جناب قدس سے حاصل کیا۔

اور اس کا قول ''پس ہمارے لئے اس کی اضافت جائز ہے الخ'' جمع کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے ہم نے مقدم کیا جیسا کہ غور کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لا وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ج ……﴾ [البقرة ۲:۸۹]

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے (اصل آسمانی کتابوں سے) اور (یہود) اس سے پہلے (قرآن اور نبی آخر الزماں کے وسیلہ سے) کافروں پر (اللہ سے) فتح مانگتے تھے۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوت میں عطا اور ضحاک کے طریق سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بنوقریظہ اور بنو

Presented By: https://jafrilibrary.com

نضیر کے یہود کافروں کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ کہتے ہوئے فتح کی دعا کرتے تھے اے اللہ! ہم نبی امی کے صدقے تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں تو ہماری مدد فرما، تو ان کی مدد کی جاتی تھی۔ پس جب وہ جانے پہچانے تشریف لائے آپ ان سے حضور نبی مکرم مراد لیتے ہیں، انہوں نے شک نہیں کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا۔

اس اثر کے کچھ مزید طرق ہیں جنہیں میں نے "اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْنُ" میں ذکر کر دیا ہے۔

اور تفسیر نیشاپوری میں یہ الفاظ ہیں:

﴿یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج ......﴾ [البقرۃ ۲:۸۹]

یہود جب کافروں سے لڑتے تو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے پہلے آپ کے وسیلہ سے مشرکوں پر فتح اور نصرت کا سوال کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے اے اللہ! آخر الزماں میں مبعوث ہونے والے اس نبی کے صدقے ہماری مدد فرما جن کی نعت اور وصف ہم تورات میں پاتے ہیں اور اپنے مشرک دشمنوں سے کہتے: ایک نبی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے وہ ہماری بات کی تصدیق فرمائے گا۔ ہم اس کی اتباع کریں گے پھر اس کے ساتھ مل کر ہم تمہیں قوم عاد اور قوم ارم کی طرح قتل کریں گے۔

اس کی مثل تفسیر کشاف میں ہے اور تفسیر خازن میں یہ الفاظ ہیں:

اور یہودی بعثت محمدی سے پہلے فتح طلب کرتے تھے یعنی آپ کے وسیلے سے کافروں یعنی عرب کے مشرکین کے خلاف مدد مانگتے تھے اور جب انہیں کوئی معاملہ پریشان کرتا یا کوئی دشمن غمگین کرتا تو وہ کہتے: اے اللہ! تو آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کے صدقے ہماری مدد فرما ہم جن کی صفت تورات میں پاتے ہیں۔ پس ان کی مدد کی جاتی تھی

اور وہ اپنے مشرک دشمنوں سے کہا کرتے تھے: ایک نبی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے وہ ہماری بات کی تصدیق فرمائے گا۔ ہم اس کی اتباع کریں گے پھر اس کے ساتھ مل کر ہم تمہیں قوم عاد اور قوم ارم کی طرح قتل کریں گے۔ پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے یعنی محمد ﷺ جن کی نعت اور صفت پہچانتے تھے اور یہ کہ آپ بنی اسرائیل کے غیر سے ہیں اور عربوں میں مبعوث ہو گئے ہیں (تو) انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا، یعنی سرکشی اور حسد سے ان کا انکار کر دیا۔

اور اسی کی مثل تفسیر بغوی اور تفسیر نسفی میں ہے۔ آلوسی کی تفسیر روح المعانی میں ہے:

﴿......وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج ......﴾ [البقرۃ ۲:۸۹]

یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے نازل ہوئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج کے خلاف فتح طلب کرتے تھے۔

یہ بات حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ وہ مشرکوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے۔ جیسا کہ سدی نے روایت کیا کہ جب یہودیوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ شدت اختیار کرتی تو وہ تورات نکالتے اور اپنے ہاتھ نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کی جگہ پر رکھتے اور کہتے: اے اللہ! بیشک ہم تجھ سے تیرے اس نبی کے صدقے سوال کرتے ہیں جن کا تو نے آخر الزماں میں مبعوث کرنے کا وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمارے دشمن کے خلاف ہماری مدد فرما تو ان کی مدد کی جاتی تھی۔

(پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے ان کا انکار کر دیا)

متقدم کتاب سے کنایہ ہے جسے وہ پہچانتے تھے کیونکہ ان پر اتارے ہوئے کی معرفت ان کی معرفت ہے اور اس اتارے ہوئے کے سبب فتح طلب کرنا آپ کے سبب فتح طلب کرنا ہے

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور موصول کو اکتفاء بالاضمار کے بغیر وارد کرنا ان کے کمال مکابرہ کے بیان کے لئے ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد نبی ﷺ ہوں اور لفظ "مَا" سے کبھی عاقل کی صفت بھی بیان ہوتی ہے۔

اور اس آیت سے دلالت کی وجہ ظاہر ہے پس اللہ تعالیٰ نے رسول کے وسیلہ سے یہود کے فتح مانگنے کو برقرار رکھا اور ان پر انکار نہیں فرمایا۔ ہاں! کفر اور جھٹلانے پر ان کی مذمت فرمائی کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے فتح مانگنے کی برکت کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ اس کا انکار دل کے اندھوں اور ان جیسے بصیرت کے اندھوں نے ہی کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

تیسری دلیل:

اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء ٤ : ٦٤]

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آ جاتے آپ کے پاس پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا۔

زمخشری نے کشاف میں فرمایا: (اور اگر وہ) طاغوت (کعب بن اشرف) کے پاس جھگڑا لے جانے کی وجہ سے (کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے) تو نفاق سے توبہ کرتے ہوئے (آپ کے پاس آتے) اور اس امر سے نکلتے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا، اس سے اعراض کرتے۔ پھر اخلاص کے ساتھ اس غلطی پر (اللہ سے مغفرت طلب کرتے) اور آپ کا

فیصلہ رد کرنے کے سبب آپ کو تکلیف دینے پر آپ کے پاس معذرت کرنے میں مبالغہ کرتے یہاں تک کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کرتے اور بخشش طلب کرتے (تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا) وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا جانتے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی توبہ ضرور قبول فرمالیتا۔ فرمایا: (اور مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول) اور یہ نہیں فرمایا: آپ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے، اس سے التفات کے طریقہ کی طرف عدول اس لئے فرمایا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان کی عظمت اور آپ کے استغفار کی تعظیم ظاہر ہو جائے اور اس بات پر خبردار کرنے کے لئے ہے کہ آپ کے نام "رسول" سے شفاعت کی اللہ کے ہاں ایک عظمت ہے۔

یہ آیت اگرچہ طاغوت کی طرف جھگڑا لے جانے والے منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی لیکن ہر گنہگار اور کوتاہی کرنے والے کو شامل ہے کیونکہ اس آیت میں نفس کا ظلم ہر معصیت کو شامل ہے۔ پھر یہ آیت، حیات اور وصال دونوں حالتوں میں نبی ﷺ سے شفاعت طلب کرنے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ (مجیء و استغفار) آنا اور طلب مغفرت دو فعلوں میں سے ہر فعل سیاق شرط میں واقع ہوا ہے اور سیاق شرط میں فعل، عموم پر دلالت کرتا ہے اور حیات کی حالت میں شفاعت طلب کرنا ظاہر ہے اس میں کوئی خلاف نہیں ہے۔

بہر حال حالت وفات میں، وہابی یہ وہم کرتے ہوئے منع کرتے ہیں کہ "موت اس کے تحقق کے آگے حائل ہوتی ہے" اور یہ غلط ظاہر ہے کیونکہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ بات کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

بہر حال کتاب، تو اللہ تعالیٰ نے شہداء کے حق میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرة ٢ : ١٥٤]

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں۔

نیز فرمایا:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ [آل عمران ۳:۱۶۹]

اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام شہداء سے رتبہ میں اعلیٰ، جہاد میں افضل اور کثرت سے مجاہدہ کرنے والے ہیں۔ پس وہ اس شان (شہادت) میں بھی اولیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نبوت اور شہادت کو جمع فرمادیا ہے۔

بہر حال سنت، پس احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ انہی احادیث میں سے ایک حدیث الاسراء ہے جس میں آپ ﷺ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ چالیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرق سے وارد ہوئی ہے۔

ان احادیث سے ایک حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ ہے،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ. وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ. وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ. فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ

اَرِمْتَ؟ يَعْنِيْ بَلِيْتَ. قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ" (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم (علیہ السلام) کی تخلیق ہوئی، اسی دن وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن بڑی چیخ ہوگی۔ پس تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ وہ اس دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم اطہر تو مٹی بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے۔

ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، نووی، حافظ عبد الغنی بن سعید المقدسی، حافظ ابوالخطاب بن دحیہ، قرطبی اور ذہبی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ابن العربی المعافری اور منذری نے اسے حسن کہا۔

اور اس کے طرق سے ایک وہ روایت ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ. وَ اِنَّ اَحَدًا لَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا" قَالَ قُلْتُ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ. اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. (۲)

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اسے فرشتے میرے پاس پیش کرتے ہیں جب تک آدمی پڑھتا رہتا ہے وہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ میں

(۱) سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته و دفنه ﷺ ح: ۱۶۳۶

(۲) سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته و دفنه ﷺ ح: ۱۶۳۷

Presented By: https://jafrilibrary.com

نے عرض کیا: کیا وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے اجسام کو مٹی پر حرام فرما دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

منذری نے ''اَلتَّرْغِیبُ وَالتَّرْهِیب'' میں فرمایا: اس کی اسناد جید ہے۔

بوصیری نے ''الزوائد'' میں فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہے لیکن منقطع ہے۔

اور اسی کی مثل سخاوی کی ''اَلْقَوْلُ الْبَدِیع'' میں ہے۔

اور اس کا انقطاع ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس کے کچھ اور طرق ہیں جو اسے اس حالت سے طریق سابق کی طرف تقویت دیتے ہیں بلکہ یہ قرآن سے مؤید ہے جیسا کہ شہداء والی دو آیتوں میں گزرا۔ پس وہابی اسے انقطاع وغیرہ کے ساتھ معلل بناتے ہیں وہ اس میدان میں ان محدثین کے ساتھ مقابلہ میں غالب نہیں آسکتے۔

ان احادیث میں ایک حدیث انس ؓ ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

اسے ابویعلی اور بیہقی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح فرمائی۔ کچھ مزید احادیث ہیں جنہیں میں نے ''اَلرَّدُّ الْمُحْكَمُ الْمَتِین'' میں ذکر کیا ہے۔

رہا اجماع، تو حافظ سخاوی نے ''اَلْقَوْلُ الْبَدِیع'' میں متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد اجماع کی حکایت کی۔ وہ احادیث اس امر کا فائدہ دیتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور ان میں سے جس نے درود وسلام پڑھا وہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

سخاوی کے الفاظ ہیں: ''ان احادیث کا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں اور یہ عادۃً محال ہے کہ اس ذات کا وجود نہ ہو جس پر صبح وشام سلام پیش کیا جا رہا ہو

ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں آپ ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رزق دیا جاتا ہے اور بیشک آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھائے گی۔ اس پر اجماع ہے۔ بعض نے علماء کرام، شہداء اور مؤذنین کی زندگی کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ بہت سے علماء اور شہداء کی قبور کھل گئیں تو لوگوں نے ان کے اجسام کو متغیر نہیں پایا اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام تو شہداء سے یقیناً افضل ہیں''۔

اور ابن حزم نے بھی ''المحلی'' میں اجماع کی حکایت کی ہے اسی لئے علماء نے آیت کو اپنے عموم پر سمجھا جیسا کہ ہم نے کہا۔

تفسیر قرطبی میں آیا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آجاتے آپ کے پاس'' ابوصالح نے حضرت علی ؓ نے روایت کیا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر چکے تو تین دن بعد ہمارے پاس ایک اعرابی آیا جس نے خود کو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر گرا دیا اور قبر انور سے اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہم نے آپ کا ارشاد سنا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے یاد فرمایا اور ہم نے آپ سے یاد کیا اور محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر نازل فرمایا اس میں یہ بھی ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ﴾ اور بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں۔ پس قبر شریف سے ندا دی گئی کہ بیشک تیری بخشش ہوگئی

اور بے شک میں نے یہ اثر اس کی اسناد کے ساتھ اپنی کتاب ''اَلرَّدُّ الْمُحْكَمُ الْمَتِین'' میں ایک اور اثر کے ساتھ ذکر کیا جسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور سخاوی نے ''اَلْقَوْلُ الْبَدِیع'' میں ذکر کیا اور وہ، فاعل کے تعدد اور زمانہ فعل کے اختلاف کے باوجود

Presented By: https://jafrilibrary.com

معنی میں اس اثر کے مشابہ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ آیت، توسل اور نبی کریم ﷺ سے تمام احوال میں شفاعت طلب کرنے کے جواز پر دلیل ہے کیونکہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں پس آپ ان کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں اور جواز توسل میں آپ ﷺ کے ساتھ اسے بھی لاحق کیا جائے گا جس کے لئے یہ عظمت وشان ثابت ہے جیسے شہداء، علماء عاملین، اولیاء متقین اور ان کی مثل، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

چوتھی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے [الاسراء ۱۷:۵۷] میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ......﴾

وہ (نیک بندے) جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔

بغوی نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ" یعنی مشرکین جنہیں پوجتے ہیں یہ وہ الہ ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، حضرت عزیر علیہ السلام، فرشتے، سورج، چاند اور ستارے ہیں۔

(یَبْتَغُوْنَ) یعنی اپنے رب کی طرف تلاش کرتے ہیں۔

(الْوَسِیْلَةَ) یعنی قربت اور ایک قول میں بلند درجہ کہا گیا ہے۔ یعنی بلند درجہ کی طلب میں اللہ تعالیٰ سے عجز سے دعا کرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وسیلہ ہر وہ ہے جس کے

سبب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول (اَیُّهُمْ اَقْرَبُ) اس کا معنی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کون زیادہ مقرب ہے کہ اس کے ساتھ وسیلہ پکڑیں۔

اور زجاج نے کہا: (اَیُّهُمْ اَقْرَبُ) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں کون زیادہ مقرب ہے کہ جس کا وسیلہ پکڑا جائے اور عمل صالح کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا جائے ...... الخ۔ اور اسی کی مثل تفسیر خازن اور تفسیر ابن جزی میں ہے۔

تنبیہ: ہمارے ذکر کئے گئے نصوص وآثار سے معلوم ہوا کہ علماء کرام اپنے اختلاف مذاہب کے باوجود توسل کے جواز پر متفق ہیں اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کی آیات کو اسی پر محمول کیا ہے اور اسی کے ساتھ آیات کی تفسیر فرمائی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور اگر توسل حرام یا شرک ہوتا جیسا کہ وہابی گمان کرتے ہیں تو وہ تفسیر قرآن میں اس قول پر جرأت کو جائز نہ سمجھتے جو شرک اور گمراہی ہے۔ اور امام تقی السبکی کا قول اس کی تائید کرتا ہے کہ ابن تیمیہ کا استغاثہ اور توسل کا انکار ایسا قول ہے کہ اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کہا۔

پانچویں دلیل:

امام حاکم، مستدرک میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی، اپنے رب سے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے محمد (ﷺ) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا پایا، پس میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔(۱)

اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا۔

وَ هُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ۔

وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہے۔

حاکم نے کہا: حدیث صحیح ہے۔

ذہبی نے اس کا رد کیا اور کہا: بلکہ موضوع ہے۔

اور حق یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے نہ موضوع بلکہ فقط ضعیف ہے جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کی تصریح فرمائی۔ میں نے اپنی کتاب ''اَلرَّدُّ الْمُحْكَمُ الْمَتِيْن'' میں ان کی

---

(۱) علامہ نحوی فقیہ محمد بن علی بن یحیی الغرناطی جو شامی کے نام سے مشہور ہیں کے قول کے لطائف سے ہے جو انہوں نے توسل کرتے ہوئے کہا:

جُرْمِيْ عَظِيْمٌ يَا عَفُوُّ وَ اَنَّنِيْ ۔۔۔ بِمُحَمَّدٍ اَرْجُو التَّسَامُحَ فِيْهِ

فِيْهِ تَوَسَّلَ آدَمُ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔۔۔ وَ قَدِ اهْتَدٰى مَنْ يَقْتَدِيْ بِاَبِيْهِ

میرا جرم بہت بڑا ہے اے معاف فرمانے والے اور میں سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے درگذر کی امید کرتا ہوں۔

حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنی لغزش سے آپ کا ہی وسیلہ پکڑا ہے۔ اور بے شک اس نے ہدایت پائی جو اپنے باپ کی اقتداء کرے۔

عبارت نقل کی، ذہبی کے کلام کا چھ وجوہ سے رد کیا اور حدیث کا شاہد پیش کیا۔ میں نے اس حدیث کا ایک ایسا شاہد پایا جو اسے درجہ حسن تک ترقی دیتا ہے، پس ابن بشران نے قوی سند کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ حافظ نے میسرۃ الفجر سے روایت کرتے ہوئے کہا،

فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کب نبی تھے؟

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا، آسمان کی طرف استواء فرمایا اور انہیں سات آسمان برابر کیا اور عرش کو پیدا فرمایا تو عرش کی پنڈلی پر لکھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْن اور اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی جہاں آدم اور حوا (علیہما السلام) کو ٹھہرایا، پس میرا نام دروازوں، ورقوں، قبوں اور خیموں پر لکھا جبکہ آدم (علیہ السلام) ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات بخشی انہوں نے عرش کی طرف نظر کی تو میرا نام دیکھا، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ یہ آپ کی اولاد کے سردار ہیں۔ پس جب شیطان نے انہیں دھوکہ دیا انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے میرے ہی نام کے ذریعے شفاعت طلب کی۔

چھٹی دلیل:

طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں حضرت انس ؓ سے روایت کیا: فرماتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا:

''اے میری ماں! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔ آپ خود بھوکی رہتیں لیکن مجھے پیٹ بھر کھانا کھلاتیں، کپڑے پہنانے میں مجھے ترجیح دیتیں، خود پاکیزہ اور طیب چیز سے اپنے نفس کو روک لیتیں لیکن مجھے کھلاتیں اس سے آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار آخرت تھا''۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھر آپ نے انہیں تین تین بار غسل دینے کا حکم فرمایا۔ جب آپ کافور والے برتن کے پاس تشریف لائے تو اسے اپنے ہاتھ مبارک سے رکھا، اپنی قمیص اتار کر انہیں پہنا دی اور انہیں اس قمیص کے اوپر ایک چادر کے ساتھ کفن دیا پھر آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عمر بن خطاب اور اسود غلام ؓ کو بلایا ان سب افراد نے ان کی قبر کھودی پس جب لحد تک پہنچے تو خود حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی قبر کی لحد کھودی اور قبر کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی۔ جب فارغ ہوئے تو رسول اللہ قبر میں داخل ہو کر لیٹ گئے اور یوں دعا فرمائی:

"وہ اللہ ہے جو زندگی عطا فرماتا اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں۔

اے اللہ! تو میری ماں (چچی) فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اسے اس کی حجت سمجھا اور اس پر اس کی قبر کشادہ فرما دے بوسیلہ اپنے نبی کے اور ان انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے ہوئے کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے۔

اور ان پر چار تکبیریں کہیں، پھر آپ ﷺ نے، حضرت عباس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں لحد میں رکھا۔

حافظ نورالدین ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے روح بن صلاح کے، اور بیشک ابن حبان اور حاکم نے ان کی توثیق کی ہے اور ان میں ضعف ہے......الخ

میں کہتا ہوں: روح بن صلاح کا ذکر ابن عدی نے ضعفاء میں کیا ہے اور دار قطنی نے ضعیف کہا۔ اور ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔ حاکم نے کہا کہ ثقہ اور مأمون ہیں۔ انہیں ضعیف کہنے والوں کے نزدیک ان کا ضعف خفیف ہے جیسا کہ ان کی عبارات

سے مستفاد ہے اسی لئے حافظ ہیثمی نے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جو خفتِ ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کتب فن میں مہارت رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور حدیث رتبۂ حسن سے کم نہیں ہے بلکہ ابن حبان کی شرط پر وہ صحیح ہے۔

ساتویں دلیل:

ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں، نسائی نے "عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" میں حاکم، بیہقی وغیرہم نے حضرت عثمان بن حنیف ؓ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے عافیت بخشے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر تو چاہے تو صبر کر، صبر تیرے حق میں اچھا ہے جب اس نے دعا کے لئے اصرار کیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ تم اچھی طرح وضو کر کے یوں دعا مانگو،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْکَ بِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ.

یا اللہ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، یا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اپنی اس ضرورت میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے، تا کہ وہ پوری ہو جائے، یا اللہ تو میرے حق میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

حضرت عثمان بن حنیف ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہم جدا نہ ہوئے تھے اور اس بات کو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ شخص داخل ہوا گویا وہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس نابینا کو حکم فرمایا کہ وہ وضو کر کے نماز

Presented By: https://jafrilibrary.com

پڑھے اور مذکور دعا مانگے۔

حاکم کی حضرت عثمان بن حنیف ؓ سے روایت میں ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھے ایسی دعا سکھائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے۔ پس آپ نے فرمایا: تو کہہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ وَ شَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ۔

یا اللہ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں یا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے، یا اللہ تو میرے اور میرے نفس کے حق میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

پس وہ شخص جیسے ہی یہ دعا مانگ کر کھڑا ہوا تو وہ بینا تھا۔

اور حدیث کی مختلف روایات اور الفاظ ہیں جن میں ابن ابی خیثمہ کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نابینا کو مذکور دعا سکھائی اور فرمایا: اگر تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو اسی طرح کیا کر۔

اور تمام احوال میں توسل کی اجازت ہے۔ پھر یہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ دعا اس نابینا شخص نے مانگی تھی نہ کہ نبی کریم ﷺ نے۔

اور بیہقی نے دلائل النبوت میں اس کا ترجمہ اپنے اس قول کے ساتھ لکھا،

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَعْلِیْمِهِ الضَّرِیْرَ مَا کَانَ فِیْهِ شِفَاؤُهُ حِیْنَ لَمْ یَصْبِرْ وَ مَا ظَهَرَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ آثَارِ النُّبُوَّةِ۔

آپ ﷺ کا نابینا کو وہ سکھانا جس میں اس کے لئے شفا تھی جب اس نے صبر نہ کیا

اور ان چیزوں کا بیان جو اس واقعہ میں آثار نبوت سے ظاہر ہوئیں۔

پھر بیشک حدیث صحیح ہے۔ ترمذی، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم، بیہقی، منذری، نووی، ذہبی، ابن حجر، ہیثمی اور سیوطی رحمھم اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور یہ کہ اس حدیث کی صحت میں محدثین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ "اس حدیث کی سند میں ابوجعفر وہ خطمی نہیں ہیں بلکہ یہ کوئی اور مجہول شخص ہے" یہ کہنا کچھ نہیں ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ابوجعفر خطمی مدنی ہیں جیسا کہ طبرانی، حاکم اور بیہقی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ طبرانی نے معجم صغیر میں اتنی بات زیادہ کی کہ ان کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ اور یہ کوئی معقول بات نہیں ہے کہ حافظ ایسی حدیث کی تصحیح پر اجماع کر لیں جس کی سند میں مجہول راوی ہے خصوصاً امام ذہبی، منذری اور حافظ۔ پس بعض معاصرین کا اس حدیث کی تضعیف کا ارادہ کرنا، نقل کبیر کا تقاضا کرتا ہے۔ پس حدیث بلا شبہ صحیح ہے اور یہ تمام حالات اور تمام اوقات میں جوازِ توسل بالنبی ﷺ پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ میں نے اسے دس سے زیادہ وجوہ سے اپنی کتاب "اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن" میں بیان اور واضح کیا۔

اور یہاں اس کے بیان کے لئے تیرا اتنا کہنا کافی ہے کہ علماء کرام نے حدیث کو عموم پر سمجھا ہے جیسا کہ نصوص شارع میں واجب ہے۔ پس ترمذی اس حدیث کو اپنی "سنن" کی کتاب الدعوات میں، حاکم، "مستدرک" کی کتاب الدعاء میں اور بیہقی "کتاب الدعوات" میں لائے ہیں اور یہ تمام مشروعہ ماثورہ دعاؤں میں علماء کے نزدیک ان کی خاص معتبر تالیف ہے۔ ابن ماجہ نے اپنی سنن کی کتاب الصلاۃ میں وارد کیا۔ اسی طرح منذری نے "اَلتَّرْغِیْبُ وَالتَّرْهِیْب" میں اور ہیثمی نے "مَجْمَعُ الزَّوَائِد" میں کیا۔ یہ علماء کرام اس میں نماز کا اور دعا کا تمام نوافل مطلوبہ سے اعتبار کرتے ہیں۔ نووی نے اسے تمام اذکار سے معتبر جانتے

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوئے ''اذکار'' میں ذکر کیا جو حاجت پیش آنے اور اسے پورا کرنے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ان علماء و محدثین کے علاوہ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا جو کتب اور ابواب کی طرز پر مرتب ہے۔

علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث تمام اوقات و ازمان میں معمول بہ ہے۔ اور اگر صرف اس نابینا، یا کسی ایک حالت یا کسی ایک وقت کے ساتھ خاص ہوتی تو وہ اسے کتاب الاحکام وغیرہ میں کسی فائدہ کے پیش نظر ہرگز ذکر نہ کرتے۔یا پھر اس بات پر تنبیہ کرتے کہ یہ حدیث خاص ہے عام نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے اس حدیث کے علاوہ دیگر ان احادیث میں کیا ہے جو بعض حالات کے ساتھ خاص ہیں۔

اور بیشک ابن تیمیہ نے ''مجموعہ رسائل الکبری'' میں نقل کیا کہ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنے فتاوی میں توسل بالنبی ﷺ کو جائز رکھا اور اسے آپ ﷺ کی خصوصیات سے بتایا اور اس نقل میں شوکانی نے ''الدر النضید'' میں ان کی تقلید کی۔اگرچہ اس کی تصریح نہیں کی اور دعویٰ خصوصیت میں ان سے اختلاف کیا۔اور شوکانی نے توسل بالعلماء وغیرہم کو جائز سمجھا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ نقل مذکور غلط ہے یا ابن تیمیہ کی طرف سے تحریف ہے کیونکہ میں نے عز بن عبدالسلام کا فتاوی موصلیہ پڑھا ہے، میں نے ان کا کلام پایا جس میں انہوں نے اسے نبی کریم ﷺ کی خصوصیات سے بتایا نہ کہ مطلق توسل جو برکت فلاں یا شرف فلاں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے پس وہ اس کے درپے نہیں ہوئے۔میں نے ''اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن'' میں ان کی پوری عبارت نقل کی ہے۔

آٹھویں دلیل:

امام بزار نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدَّثُ لَکُمْ وَ وَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَیْهِ وَ مَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ .

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ تم حدیثیں سنتے سناتے ہو اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال میرے حضور پیش کئے جائیں گے، چنانچہ اگر نیکیاں دیکھیں گے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے اور اگر برائیاں دیکھیں گے تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے۔

حافظ عراقی نے شرح التقریب کی کتاب الجنائز میں فرمایا: اس کی اسناد جید ہے۔

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد اور محدث قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا: اس کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

حافظ سیوطی نے کتاب الخصائص میں فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہے۔

اسی طرح علی القاری اور شہاب خفاجی نے شفا پر اپنی اپنی شرح کے اوائل میں فرمایا،

اس حدیث کے بیس کے قریب طرق ہیں۔میں نے ان میں سے چھ سے زیادہ طرق ''اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن'' میں ذکر کئے ہیں۔باقی تمام طرق میرے بھائی حافظ سید احمد کی ''کِتَابُ الْاِلْمَامِ بِمَا تَوَاتَرَ مِنْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَام'' میں موجود ہیں۔اور یہ حدیث اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد امت کے لئے

Presented By: https://jafrilibrary.com

استغفار کرتے ہوئے شفاعت فرمائیں گے۔اسی بنا پر آپ کا توسل جائز ہے کیونکہ یہ شفاعت طلب کرنا ہے اور آپ شفاعت فرمانے والے ہیں، آپ کی شفاعت مقبول ہے۔

نویں دلیل:

ابن ماجہ نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کیا ہے آپ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور کہے: اے اللہ بیشک میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اپنے اس چلنے کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں بیشک میں تکبر کرتے، اتراتے ہوئے، دکھاوے اور سنانے کے لئے نہیں نکلا، میں تیری ناراضی سے ڈرتے ہوئے اور تیری خوشنودی طلب کرنے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے آگ سے بچا اور میرے گناہوں کو معاف فرما، بیشک تو ہی گناہوں کو معاف فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔حافظ ابوالحسن مقدسی، حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر نے اسے حسن فرمایا، اس کے علاوہ اس کے دو مزید طرق ہیں جنہیں میں نے 'اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن' میں ذکر کیا ہے۔اور ہمارے دوست علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری کا اس حدیث پر کلام ہے، مجھے ان کا وہ کلام فائدہ کے لئے یہاں ذکر کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

حدیث میں عام اور خاص مسلمانوں کے ساتھ توسل ہے اور سوال کے دو مفعولوں میں سے ایک میں باء کا داخل کرنا یہ تو سوال استعلامی میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

﴿......اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴾ [الفرقان ۲۵:۵۹]

(وہ) رحمٰن ہے تو کسی جاننے والے سے اس کی شان پوچھو۔

﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴾ [المعارج ۷۰:۱]

(ایک) طلب کرنے والے نے (قیامت کے دن کا) عذاب طلب کیا جو واقع ہونے والا ہے۔

اور بہر حال سوال استعطائی پس اس میں باء بالکل داخل نہیں ہوتی مگر متوسل بہ پر، پس تو ماثورہ دعاؤں میں اس قاعدہ کو مضبوطی سے تھام لے۔پس دوسرے مفعول میں یہاں باء کو داخل کرنے کا تصور، خواہش کے ساتھ کلام کو اس کے اسلوب سے نکالنا ہے، یہ ایسی باطل چیخ و پکار ہے جسے کان پھینکتے ہیں اور سننا نہیں چاہتے۔اور حق معنی، اجابت نہیں ہے بلکہ وہ معنی مراد ہے کہ سائلین اور پریشان حال لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس فضل کے مستحق ہیں۔

لہذا اس دعا کرنے والے کا "بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ" سے سوال کرنا محض بکواس ہو جائے گا خصوصاً حدیث میں وارد معطوف کے لحاظ سے۔اور یہ گمان کہ سیاق حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس کے سوا سے مانگنے کا صالح ہو، انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ یہ جملہ "ان تعیذنی من النار" اس گمان سے کہاں رخصت ہوگیا۔

اور کتنی ہی بار فعل تاکید کے لئے مکرر ہوتا ہے پس آخری فعل میں التجا، پہلے دونوں فعلوں میں التجا اور درخواست ہے بلکہ اگر وہ افعال باب تاکید سے نہ ہوں تو یہ باب التنازع میں داخل ہو جائیں۔پس یہ قید ہر تقدیر پر تمام افعال میں معتبر ہوگی۔بہر حال جو غیر اللہ کے ساتھ حلف میں اس کے دخول کے تصور کے ساتھ توسل کے رد کا حیلہ کرتا ہے بیشک وہ مصطفیٰ ﷺ پر رد کا حیلہ کرتا ہے کیونکہ وہ توسل کے صیغے جانتا ہے اور ان میں اشخاص کے ساتھ توسل

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے اور توسل من الحلف کہاں ہے الخ؟

اور یہ عبارت اپنے اختصار کے باوجود اس چیز کے رد میں کافی ہوگی وہابیہ نے جس کی ابتداء، حدیث میں احتمالات اور حیلوں سے کی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

دسویں دلیل:

طبرانی نے امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید ؓ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے غریب نادار اشخاص کی برکت اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح مانگتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے نادار اشخاص کے وسیلہ سے مدد مانگتے تھے۔

حافظ منذری نے فرمایا: اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا ارسال مضر نہیں ہے کیونکہ گزشتہ اور آنے والے دلائل سے اس حدیث کی تائید کی گئی ہے اور یہ کہ مرسل حدیث مالکیہ، حنفیہ اور کثیر علماء کے نزدیک حجت ہے۔ جیسا کہ یہ بات مقرر اور معلوم ہے۔

گیارھویں دلیل:

امام احمد نے اپنی مسند میں شریح بن عبید سے روایت کیا فرماتے ہیں:

کہ جس وقت حضرت علی بن ابی طالب ؓ عراق میں تھے آپ کے پاس اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ ان پر لعنت کریں۔ فرمایا: نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ شام میں ابدال ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب ایک مرد فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کردیتا ہے۔

ان ابدال کے ذریعے بارش برسائی جاتی ہے، انہیں کے سبب دشمنوں کے خلاف مدد کی جاتی ہے اور انہیں کے صدقے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

اس کی اسناد صحیح ہے سوائے اس کے کہ اس میں انقطاع ہے کیونکہ شریح بن عبید نے حضرت علی ؓ سے ملاقات نہیں کی لیکن اس حدیث کے اور شواہد موجود ہیں۔

پس حاکم نے عبداللہ بن زریر الغافقی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت علی ؓ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ اہل شام کو گالی نہ دو بیشک ان میں ابدال ہیں ہاں ان کے ظالموں کو برا کہہ سکتے ہو۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کو برقرار رکھا۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت انس ؓ سے روایت کیا آپ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین ہرگز اللہ کے خلیل کی مثل چالیس اشخاص سے خالی نہ رہے گی، ان کی وجہ سے تمہیں سیراب کیا جائے گا اور انہی کی بدولت تمہاری مدد کی جائے گی۔ جب ان میں کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرمادیتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم شک نہیں کرتے کہ حسن بصری ان (ابدال) میں سے ہیں۔

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا: اس کی اسناد حسن ہے اور حدیث کے کثیر طرق ہیں۔ میری ایک مستقل تالیف ہے۔ اور ”مثل خلیل الرحمن“ والے قول میں مثلیت کا معنی ہے کہ وہ سخاوت، سلامتی صدر اور تمام مسلمانوں کے لئے رحمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہوں گے جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔

بارھویں دلیل:

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک محافظ فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اور فرشتے ہیں وہ اس پتے کو بھی لکھ

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیتے ہیں جو درخت سے گرتا ہے پس جب تم میں سے کسی کو وسیع بیابان میں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے چاہیئے کہ وہ پکارے، اَعِینُوا عِبَادَاللّٰہِ !اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

حافظ ہیثمی نے فرمایا: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ بزار سے اسے روایت کیا اور حافظ نے اس کی تحسین فرمائی۔

طبرانی نے اسے عتبہ بن غزوان سے بھی روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی ایک (اپنی) چیز گم کر بیٹھے یا مدد کا خواہاں ہو اور وہ ایسی زمین میں ہو جہاں کوئی انیس نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ کہے: یَا عِبَادَاللّٰہِ اَعِینُونِی ! اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: اَغِیثُونِی، تم میری مدد کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے۔ اور بیشک یہ عمل مجرب ہے۔

حافظ ہیثمی نے فرمایا: بعض کے ضعف کے باوجود اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے سوائے یزید بن علی کے کہ انہوں نے عتبہ کو نہیں پایا۔ (۱)

---

(۱) اور ابن السنی نے حضرت ابن مسعود ؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا چوپایہ یا سواری جنگل میں بھاگ جائے تو اسے یہ ندا دینی چاہیئے، یَا عِبَادَاللّٰہِ اِحْبِسُوا، یَا عِبَادَاللّٰہِ اِحْبِسُوا۔ اے اللہ کے بندو! تم (میرے چوپائے کو) پکڑا دو۔ اے اللہ کے بندو! تم (میری سواری کو) پکڑا دو۔ پس اللہ عزوجل کے کچھ بندے زمین میں ہوتے ہیں جو اسے روک لیں گے۔

نووی نے ''اذکار'' میں ذکر کیا کہ انہوں نے اس حدیث کا تجربہ کیا اور اسی طرح اس سے پہلے ان کے شیخ نے ان دونوں کے ساتھ تصحیح کی۔

ان دونوں حدیثوں میں دو امروں پر دلالت ہے۔

پہلا امر: مخلوق کے ساتھ استعانت اور استغاثہ کا جواز اس چیز میں جس پر وہ قادر ہے بخلاف وہابیہ کے جو ہر استعانت اور استغاثہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔ بہر حال جو مخلوق کی قدرت میں داخل نہیں اس بات میں استعانت اور استغاثہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کیا جاتا ہے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اسی پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک منافق مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا: اٹھو اور ہمارے ساتھ آؤ (اس منافق کے شر سے بچنے کے لئے) ہم رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے استغاثہ نہ کیا جائے، استغاثہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جائے۔

پس اس حدیث میں وہ استغاثہ مراد ہے جس پر مخلوق قادر نہیں ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ میں نے اسے ''اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِین'' میں بیان کیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اصفیاء اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت سے شفاعت کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ پس ان سے استعانت یا اس معنی کی بنیاد پر استغاثہ میں کچھ ممنوع نہیں۔

دوسرا امر: دونوں مذکور حدیثوں میں، صوفیہ کے قول 'رجال الغیب' میں ان کی دلیل ہے اور یہ کہ وہ موجود ہیں بخلاف اس کے جو علماء سے ان کا انکار کرتا ہے۔ اس کی تفصیل مطولات سے طلب کی جائے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

تیرھویں دلیل:

ابو یعلی نے حضرت جابر ؓ سے دو طریقوں سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ ان کے لشکروں سے ایک لشکر نکلے گا وہ کہے گا: کیا تم میں کوئی ایسا (خوش نصیب) ہے جسے بارگاہ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل ہو پس وہ اس کے ذریعے مدد مانگیں گے تو ان کی مدد کی جائے گی۔ پھر کہا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا (خوش بخت) ہے جسے نبی کریم ﷺ نے شرف دیدار عطا فرمایا ہو؟ کہا جائے گا نہیں۔ پس پوچھا جائے گا کس نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کی صحبت اختیار کی ہے؟ تو اگر ایسے کسی شخص کے بارے سنیں کہ وہ سمندر پار رہتا ہے تو ضرور چل کر اس کے پاس حاضر ہوں۔

حافظ ہیثمی نے کہا: دونوں طریقوں کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ پس اس حدیث میں صحابہ کرام ؓ سے توسل اور ان کے ذریعے مدد مانگنے کی دلیل ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

دوسرا باب......آثار کے ذکر میں

طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف ؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص اپنی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان ؓ کے پاس آتا جاتا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ؓ نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت کی طرف نظر فرماتے۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف ؓ سے اس امر کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا: وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ،

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ حَاجَتِیْ.

"الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی، نبی رحمت سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے"۔

اور اپنی حاجت ذکر کر کے پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجت مند نے یوں ہی کہا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان ؓ کے پاس حاضر ہوا۔ دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے پاس لے گیا۔ امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔ حاجت پوچھی، عرض کی، فوراً روا فرمائی اور ارشاد فرمایا: اتنے دنوں میں تو نے اپنی حاجت آج بیان کی۔ پھر فرمایا: جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف ؓ سے ملا اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، امیر المؤمنین ؓ میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے

Presented By: https://jafrilibrary.com

یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنینؓ سے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم ﷺ کو دیکھا کہ آپ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی۔ پھر حدیث ضریر ذکر کی جو پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

یہ قصہ صحیح ہے طبرانی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ آپ کی تصحیح کو حافظ منذری نے ''الترغیب'' میں اور حافظ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں نقل کیا اور دونوں نے اسے اسی تصحیح پر باقی رکھا۔ اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ حافظ نے ''فتح'' میں ابو صالح السمان سے انہوں نے مالک الدار سے روایت کیا (آپ حضرت عمرؓ کے خازن تھے)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا کہ تم عمر کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور خوشخبری سنا دو کہ بارش ہوگی (وہ سیراب ہوں گے) اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں اس شخص نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خبر دی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر رو پڑے، پھر کہا: اے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اس چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ وہ شخص ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ تھے جیسا کہ سیف نے ''فتوح'' میں روایت کیا ہے۔(۱)

(۱) بعض معاصرین نے سیف کی روایت میں طعن کیا ہے کہ وہ (سیف) متکلم فیہ ہیں اور یہ ہمیں نقصان نہیں دیتا کیونکہ یہ شخص اگر حضرت بلال بن الحارثؓ نہیں ہیں تو یقیناً صحابی ہیں یا تابعی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور ہمیں کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہو وہ حجت ہیں۔ اس کے ساتھ اس کا بھی اضافہ کر کہ حضرت عمرؓ نے ان پر توسل کا انکار نہیں کیا اور آپ خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم فرمایا گیا ہے۔

اور دارمی نے اپنی ''سنن'' میں ایسی اسناد سے روایت کیا جس میں کوئی حرج نہیں ابو الجوزاء کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں شدید قحط پڑ گیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کرو اور قبر انور سے آسمان کی طرف ایک روشندان کھول دو کہ روضہ اقدس اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے بارش عطا فرما دی، یہاں تک کہ سبز گھاس اُگ آئی، اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی ''عام الفتق'' رکھ دیا گیا۔

پس آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جنہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرتے ہوئے مبالغہ کے طور پر قبر النبی ﷺ کھولیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس اثر پر کلام کرتے ہوئے ''شرح مشکوۃ المصابیح'' میں کہا۔ اور یہ قصہ حضرت عمرؓ کے سابقہ واقعہ کے بعد واقع ہوا۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے: کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں قحط پڑ جاتا تھا تو وہ بارش کے لئے اس طرح دعا مانگا کرتے تھے،

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا. (۱)

اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تو ہم پر رحمت کی بارش برسا دیا کرتا تھا اور اب ہم تیرے دربار میں اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا جان (حضرت عباسؓ) کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں لہذا تو ہمیں بارش عطا فرما۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا: ۱۰۱۰

Presented By: https://jafrilibrary.com

پس انہیں بارش عطا کی جاتی تھی۔

ابن تیمیہ اوران کی اتباع کرنے والے وہابیہ نے سمجھ لیا کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل وصال کے بعد نبی ﷺ سے توسل کو منع کرتا ہے، اور یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔

الاول: شے کا ترک اس کے منع پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ اصول میں مقرر ہے۔ پس حضرت عمرؓ کے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ چھوڑنے میں توسل کے منع پر بالکل کوئی دلالت نہیں ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے کئی مباحات ترک فرمائے تو کیا آپ ﷺ کا ترک فرمانا ان مباحات کی حرمت پر دلیل ہے؟ کیا یہ بات متعدد علماء نے نہیں فرمائی؟

الثانی: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ ......﴾ [النمل ۲۷: ۶۲]

بلکہ (بتاؤ) کون قبول کرتا ہے بیقرار کی دعا جب وہ اسے پکارے اور (کون) تکلیف دور کرتا ہے۔

اوراس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عباسؓ اس حادثہ میں جملہ بے قراروں اورمحتاجوں سے تھے پس ان کا وسیلہ زیادہ مناسب ہے۔

الثالث: یہ کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کا ارادہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے اور حضرت عباسؓ کے اکرام و بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے کیا حضرت عمرؓ نے خود اس بات کی تصریح اور وضاحت فرمائی جیسا کہ اسے زبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں اور بلاذری نے ''فُتُوحُ الْبُلْدَان'' میں روایت کیا۔ اور میں نے ''اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن'' میں نص کلام ذکر کیا جیسا کہ ''فتح الباری'' میں وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔

الرابع: حضرت عمرؓ نے اپنے اس فعل سے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ وہ غیر نبی ﷺ کے وسیلہ کا جواز بیان کریں جن اہل اصلاح سے ہم برکت کی امید رکھتے ہیں۔ اسی لئے حافظ نے ''فتح'' میں اس قصہ کے بعد کہا: قصہ عباسؓ سے اہل صلاح، اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

الخامس: حضرت عمرؓ نے وجود فاضل کے باوجود مفضول سے وسیلہ کے جواز کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہ اس جماعت سے تھے جو حضرت عباسؓ سے افضل تھے جیسے علی اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

السادس: یہ کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑنا حقیقت میں نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑنا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ اس لئے بنایا ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے نزدیک آپ کا ایک مقام ہے۔

ابن عبدالبر نے فرمایا: ہم نے چند وجوہ سے حضرت عمرؓ سے روایت کیا کہ آپ بارش کی دعا کے نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت عباسؓ نکلے۔ حضرت عمرؓ نے دعا میں کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ وَ نَسْتَشْفِعُ بِہٖ فَاحْفَظْ فِیْہِ لِنَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ کَمَا حَفِظْتَ الْغُلَامَیْنِ لِصَلَاحِ اَبِیْھِمَا.

اے اللہ! بے شک ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی مکرم ﷺ کے چچا کے ذریعے قرب چاہتے ہیں اور آپ کے وسیلہ سے شفاعت کے طلبگار ہیں۔ تو اپنے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے ان کی حفاظت فرما جیسے تو نے ایک صالح باپ کے دو بیٹوں کی حفاظت فرمائی تھی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور باقی خبر کا ذکر کیا۔

زبیر بن بکار نے "الانساب" میں روایت کیا کہ جب حضرت عمر ؓ نے حضرت عباس ؓ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی تو (ان کی دعا سے فارغ ہونے کے بعد) حضرت عباس ؓ نے یوں دعا کی:

اے اللہ! آسمان سے جو بلا بھی نازل ہوتی ہے وہ گناہ کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی کے سبب دور ہوتی ہے، اور یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کیونکہ میرا قریبی رشتہ تیرے نبی ﷺ سے ہے، گناہوں سے آلودہ ہمارے یہ ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں، ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ تیری بارگاہ میں جھکی ہوئی ہیں تو ہمیں بارش سے سیراب فرما،

تو آسمان پہاڑوں جیسے بادلوں سے بھر گیا یہاں تک کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ (خوشحالی کی) زندگی بسر کرنے لگے۔

یہ اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت عباس ؓ کا وسیلہ حقیقت میں نبی اکرم ﷺ کا ہی وسیلہ ہے کیونکہ اس میں حضرت عباس ؓ کا اکرام واجلال بھی ہے اور یہ چیز نبی کریم ﷺ کو راضی کرتی ہے اور آپ کی قبر انور میں آپ کی خوشی کا سبب ہے۔ پس ان وجوہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر ؓ کے فعل میں وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑنے میں منع پر کوئی دلالت نہیں ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے گمان کیا ہے اور اگر ہم یہ دلالت (از روئے جدل) تسلیم بھی کر لیں (جس پر ظاہر منع وارد ہو چکا ہے) تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ یہ حضرت عمر ؓ کی رائے ہے اور حضرت عثمان بن حنیف، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت بلال بن حارث المزنی ؓ نے آپ کی مخالفت کی ہے۔ تو جب صحابہ کرام ؓ نے اختلاف

کیا ہے تو ان میں بعض بعض سے اولیٰ بالاتباع نہیں ہیں بلکہ اب کتاب یا سنت کی طرف رجوع واجب ہے۔

اور جب ہم نے اس مسئلہ میں رجوع کیا تو ہم نے حدیث ضریر (نابینا والی حدیث) کو پایا کہ وہ زندگی اور وصال کے بعد تمام حالات میں نبی کریم ﷺ کے وسیلے پر دلالت کرتی ہے اور جو اس میں خصوصیت یا تخصیص کا دعوی کرے تو اس پر بیان کرنا لازم ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر آپ کا وسیلہ پکڑنے والے کے لئے حضرت عمر ؓ کا اس بات کو برقرار رکھنا (جیسا کہ ابھی گزرا) دلیل قاطع ہے کہ آپ ؓ توسل بالنبی ﷺ کو غلط نہیں سمجھتے تھے اور آپ ؓ کا حضرت عباس ؓ کو وسیلہ بنانا ان وجوہ کی بنا پر تھا جو ہمارے سامنے ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "الشفا" میں ابن حمید سے بالاسناد روایت کی کہ امیر المؤمنین ابو جعفر نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسجد نبوی شریف میں مناظرہ کیا۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا: اے امیر المؤمنین اس مسجد میں بلند آواز سے نہ بولو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا:

﴿......لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ......﴾ [الحجرات ۲:۴۹]

اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

اور دوسری جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞﴾ [الحجرات ۳:۴۹]

بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا ثواب ہے۔

اور ایک قوم کی مذمت بیان کی، فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۞﴾

[الحجرات ٤٩:٤]

(اے حبیب) بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر نا سمجھ ہیں۔

بلا شبہ آپ ﷺ کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں تھی۔ پس یہ سن کر ابو جعفر خاموش ہو گیا۔

پھر پوچھا: اے ابو عبداللہ! میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوں؟ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: تم رسول اللہ ﷺ سے منہ کیوں پھیرتے ہو حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن آپ کے اور آپ کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں؟ بلکہ آپ حضور اکرم، شفیع معظم ﷺ ہی کی طرف رخ کریں اور آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں، اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت آپ کے حق میں قبول فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۞﴾ [النساء ٤:٦٤] (١)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آجاتے آپ کے پاس پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ

قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا۔ (١)

اور ابن تیمیہ نے گمان کیا ہے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے اور ابن حمید کے متعلق جرح کی طویل نصوص نقل کر کے، ابن عبدالهادی المقدسی نے ان کی تائید کی۔ اور یہ غلو اور افراط

---

(١) اس واقعہ کو قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ "الشفاء" ص: ٢: ٤١ میں اور علامہ قسطلانی نے "مواهب لدنيه" میں ابوالیمن ابن عساکر نے "اتحاف الزائر" ص ١٥٣ میں، عز بن جماعہ نے "هداية السالك" ص ٣: ١٣٨ میں ذکر کیا۔

امام زرقانی نے "مواهب لدنيه" کی شرح میں اس واقعہ کے انکار کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ عجیب سینہ زوری ہے، کیونکہ اس واقعہ کی روایت ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں سند حسن سے کی ہے۔ قاضی عیاض (مالکی) نے اسے "الشفاء" میں اپنی سند کے ساتھ متعدد ثقہ مشائخ سے روایت کیا ہے، تو یہ جھوٹ کہاں سے ہو گیا؟ حالانکہ اس کی سند میں کوئی وضاع یا کذاب نہیں ہے۔ (انتهى)

امام عزالدین ابن جماعہ "هداية السالك" ص ٣: ١٣٨ میں فرماتے ہیں، اسی طرح اس واقعے کو دو حافظوں نے روایت کیا، (١) ابن بشکوال اور (٢) قاضی عیاض نے "الشفاء" میں رحمہما اللہ تعالیٰ۔ اس شخص کی بات قابل توجہ نہیں جس نے خواہش نفس کی بنا پر کہہ دیا کہ یہ موضوع ہے، اس کی خواہش نفس نے اسے ہلاک کر دیا۔ (انتهى)

امام علامہ خفاجی "الشفاء" کی شرح (٣: ٣٩٨) میں فرماتے ہیں: امام قاضی کی عیاض بھلائی اللہ کے لئے ہے انہوں نے اس واقعے کو سند صحیح سے بیان کیا اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے یہ واقعہ اپنے متعدد اساتذہ سے سنا ہے۔ (انتهــى) (یہ حواشی راقم مترجم نے "پکارو یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ص: ٥٣" سے نقل کئے ہیں جو کہ امام علامہ محمد بن موسیٰ المزالی المراکشی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيثِينَ بِخَيْرِ الْأَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ" کا ترجمہ ہے ترجمہ کا اعزاز حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاصل کیا ہے اور اسے بھی "صفہ فاؤنڈیشن" نے شائع کیا ہے۔)

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے اور حق یہ ہے کہ حکایت فقط ضعیف ہے اور مالکیہ نے اس کے مقتضا پر عمل کیا ہے پس انہوں نے توسل بالنبی ﷺ کے مستحب ہونے کی صراحت فرمائی ہے اور ان میں سے کسی سے بھی کراہت کا کوئی قول منقول نہیں چہ جائیکہ حرمت کا قول ہو۔

میں نے ''اَلرَّدُّ الْمُحکَمُ الْمَتِین'' میں علماء مالکیہ اور ان کے ائمہ سے ابن الحاج صاحب المدخل، امام قاسم العقبانی، امام ابن عرفہ اور علامہ الشار مساحی وغیرہم کا کلام نقل کیا ہے۔ فرض کیا کہ ابن تیمیہ کے گمان کے مطابق یہ حکایت ''جھوٹی'' ہے تو توسل بالنبی ﷺ کے جواز پر مالکیہ کا اجماع اس سے مستغنی ہے۔ ہاں مالکیہ نے نبی کریم ﷺ کے غیر کے وسیلے میں اختلاف کیا ہے پس ابن عبد السلام اور ایک گروہ نے منع کیا ہے اور ابن عرفہ نے اسے جائز قرار دیا ہے اور مالکیہ کے نزدیک ابن عرفہ کا کلام راجح ہے جیسا کہ کسی اور موضع پر بیان کیا گیا ہے

اور خطیب نے ''تاریخ بغداد'' میں روایت کیا ہے۔ فرمایا: ہمیں خبر دی قاضی ابو محمد حسن بن حسین بن محمد بن رامین استراباذی نے فرمایا: ہمیں احمد بن جعفر بن حمدان قطیعی نے خبر دی، فرمایا: میں نے حسن بن ابراہیم ابو علی الخلال سے سنا، آپ کہتے ہیں: جب بھی مجھے کوئی معاملہ پیش آیا میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا پس میں نے آپ کی قبر انور کا وسیلہ پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کے مطابق آسانی فرمادی۔ اور یہ خلال اپنے وقت کے شیخ الحنابلہ ہیں۔

اور نیز خطیب نے ائمہ حدیث سے ایک محدث ابراہیم الحربی سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا: حضرت معروف کرخی کی قبر مجرب تریاق ہے۔

نیز انہوں نے عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن محمد الزہری سے روایت کی، کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ فرماتے ہیں: معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر قضائے حوائج کے لئے مجرب

ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص آپ کی قبر کے پاس سو بار ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمادیتا ہے۔

نیز انہوں نے ائمہ حدیث سے ایک محدث ابو عبد اللہ المحاملی سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: میں حضرت معروف الکرخی رحمہ اللہ کی قبر ستر سال سے پہچانتا ہوں، جب بھی کسی پریشان اور مغموم شخص نے اس کا قصد کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے غم کو دور فرمادیا ہے۔ (۱)

نیز علی بن میمون سے روایت کی، کہا: میں نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا، آپ فرماتے ہیں بے شک میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں، میں ہر روز آپ کی قبر اقدس پر زیارت کے لئے حاضری دیتا ہوں۔ پس جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے میں دو رکعت پڑھتا ہوں اور آپ کے مزار پر حاضری دیتا ہوں اور آپ کے پاس اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کرتا ہوں، زیادہ دیر نہیں ہوتی کہ وہ حاجت پوری کردی جاتی ہے۔

حافظ ابوبکر ابن المقری نے ''مسند اصفہان'' میں ذکر کیا کہ میں، امام طبرانی اور ابو الشیخ مدینۃ النبی (حرم) میں حاضر تھے۔ ہم پر مشکل وقت آگیا۔ ہماری یہ حالت تھی کہ بھوک کا شکار تھے۔ جب عشاء کا وقت ہوا میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں۔ اتنے میں طبرانی نے مجھے کہا: بیٹھ جاؤ! رزق ملے گا یا موت نصیب میں ہوگی۔ پس میں اور ابو الشیخ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں ایک علوی شخص دروازے پر آیا۔ ہم نے اس کے لئے دروازہ کھولا اس کے ساتھ دو غلام تھے۔ ہر ایک کے پاس ایک تھیلا تھا جس میں

(۱) حضرت معروف الکرخی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ تینوں حکایتیں امام عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی، المتوفی سنۃ ۵۹۷ ھجری نے اپنی کتاب ''مناقب معروف الکرخی و اخبارہ'' کے صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۱ پر نقل کی ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ راقم سعیدی نے کیا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بہت کچھ بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے قوم! کیا تم نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی تھی؟ مجھے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہیں یہ چیز پیش کروں۔

یہ قصہ حافظ سخاوی نے ''اَلْقَولُ الْبَدِیع'' میں نقل کیا۔ ابن المقری، الطبرانی اور ابوالشیخ تمام بڑے مشہور حفاظ سے ہیں۔

اور حافظ سخاوی نے نیز ایک واقعہ اس شخص سے روایت کیا جس نے اس کی نسبت اپنی اسناد سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کی طرف کی اور ان سے ابوالخیر اقطع زاہد سے روایت کی۔ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ میں بھوکا تھا۔ پانچ دن سے کوئی چیز نہ کھائی تھی۔ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کے پاس حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پھر عرض کی: یارسول اللہ! میں اس رات آپ کا مہمان ہوں۔ یہ عرض کرنے کے بعد میں وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو گیا۔ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت ابوبکر ؓ آپ کی دائیں طرف، حضرت عمر ؓ بائیں طرف اور حضرت علی ؓ آگے ہیں۔ حضرت علی ؓ نے مجھے ہلایا اور فرمایا: اُٹھو! رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔

ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الرسالہ'' میں کیا اور فرمایا: یہ دراصل مغرب کے تھے مگر تینات میں سکونت پذیر تھے ان کی بہت سی کرامات ہیں اور بہت تیز فراست رکھتے تھے۔ بڑی شان والے تھے ۳۴۰ھ سے چند سال

بعد وفات پائی۔ آپ کے کلام سے یہ قول نقل کیا،

''علم وعمل میں موافقت، ادب پر کاربند رہنے، فرائض کو ادا کرنے اور صالحین کی صحبت کے بغیر کوئی شخص شرف والی حالت پر نہیں پہنچ سکا''۔

اور ابن قیم نے ''کِتَابُ الْکَبَائِر'' اور ''کِتَابُ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَة'' میں بدعتِ رفض کے بیان میں حافظ سلفی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا۔ وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ یحیٰ بن عطاف المعدل ایک بزرگ سے حکایت بیان کرتے ہیں جو حجاز مقدس میں دو سال مقیم رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک قحط والے سال میں مدینہ منورہ مقیم رہا۔ ایک دن میں آٹا خریدنے بازار گیا۔ دکاندار نے مجھ سے رقم لے لی اور کہنے لگا پہلے شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر (معاذاللہ) لعنت بھیجو تب تمہیں آٹا دوں گا۔ میں نے انکار کر دیا۔ اس نے کئی بار اپنا مطالبہ دہرایا اور ساتھ ساتھ ہنستا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے تنگ آ کر کہا: جو اُن پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔

کہا اس نے میری آنکھ پر ایک تھپڑ مارا جس سے میری آنکھ میرے رخسار پر بہنے لگی میں مسجد نبوی شریف کی طرف لوٹ آیا۔ میرا ایک دوست میافارقین کا رہنے والا کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھا، اس نے میرا حال پوچھا میں نے اسے واقعہ بیان کر دیا۔ وہ مجھے ساتھ لے کر روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا، یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو ہم بحیثیت مظلوم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، آپ ظالم سے ہمارا بدلہ لیں۔ اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ اندھیرا چھانے پر میں سو گیا۔ صبح ہوئی تو میری آنکھ اتنی صحیح تھی گویا اسے کوئی چوٹ لگی ہی نہ تھی۔ اور باقی قصہ بیان کیا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرنے کی وجہ سے آٹا فروش کے ساتھ پیش آیا اور ہمیں شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت پر

Presented By: https://jafrilibrary.com

جوامن عطا ہوا۔

اور ابن حجر ہیتمی نے ''الزواجر'' میں ایک اور قصہ ذکر کیا جو اس قصہ کے قریب ہے اور وہ بھی مدینہ طیبہ میں واقع ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت طلب کی گئی ہے۔ آپ یہ قصہ کتاب مذکور کی 'کتاب الشہادات' میں دیکھیں۔

اور حافظ خطیب نے ''تاریخ بغداد'' میں بغداد کے مقابر اور ان میں مدفون علماء اور زہاد وغیرہم پر کلام کرتے ہوئے فرمایا: عیدگاہ کے نزدیک ایک قبر، قبر النذور کے نام سے معروف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ کی اولاد سے ایک شخص مدفون ہے۔ لوگ اس کی زیارت کے سبب برکت حاصل کرتے ہیں اور حاجت منداپنی حاجت پوری کرنے کے لئے اس قبر کا قصد کرتے ہیں۔

قاضی ابوالقاسم علی بن محسن التنوخی نے مجھ سے روایت بیان کی، کہا: حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد نے، کہا کہ میں عضد الدولہ کے پاس بیٹھا تھا اور ہم مدینۃ السلام کی مشرقی جانب میں عیدگاہ کے قریب خیمہ زن تھے۔ ہم معسکر کے نزول کے پہلے دن اس کے ساتھ ہمذان کی طرف نکلنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ عضد الدولہ کی نظر ایک عمارت پر پڑی جو قبر النذور پر بنی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ یہ عمارت کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ یہ مشہد النذور ہے اور میں نے لفظ 'قبر' نہیں کہا کیونکہ مجھے اس کی اس قبر سے بدفالی کا علم تھا۔ اسے مشہد النذور کا لفظ پسند آیا اس نے کہا: مجھے علم ہے کہ یہ قبر النذور ہے میں تو اس کے امر کی شرح چاہتا ہوں۔

میں نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ؓ کی قبر ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابو طالب ؓ کی قبر ہے۔ کسی خلیفہ نے انہیں خفیہ قتل کرنے کا ارادہ کیا پس ان کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا اور

انہیں اس پر چلایا گیا۔ چونکہ وہ نہیں جانتے تھے لہذا اس میں گر گئے۔ وہ ابھی زندہ ہی تھے کہ ان پر مٹی ڈال دی گئی اور یہ جگہ قبر النذور کے نام سے مشہور ہوگئی کیونکہ ان کے لئے جو بھی نذر مانی جاتی ہے وہ پوری ہوتی ہے اور ناذر جو چاہتا ہے اسے ملتا ہے اور نذر کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اور میں ایک ہوں جس کے لئے کئی بار نذر مانی گئی میں مشکل امور پر ان نذور کی کثرت کو گن نہیں سکتا۔ پس وہ نذریں مجھے پہنچیں اور نذر کا پورا کرنا مجھ پر لازم ہوا پس میں نے انہیں پورا کیا۔ عضد الدولہ نے یہ قول قبول نہ کیا اور ایسا کلام کیا جو اس پر دلالت کرتا تھا کہ اتفاقاً تھوڑا واقع اور رونما ہوجاتا ہے پھر عوام اسے بڑھا کر پیش کرتے ہیں اور اس میں باطل احادیث چلاتے ہیں۔ میں خاموش ہوگیا۔

ابھی چند دن ہی گزرے تھے اور ہم اپنی جگہ ٹھہرے تھے کہ ایک دن صبح اس نے مجھے بلایا اور کہا: تو مشہد النذور تک میرا ساتھ دے۔ پس میں سوار ہوا اور وہ بھی کچھ ساتھیوں کے ساتھ سوار ہوا یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ اس جگہ آیا۔ پس وہ داخل ہوا اور قبر شریف کی زیارت کی۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ دو رکعتوں کے بعد سجدہ کیا اور اس سجدے میں طویل مناجات کی جسے کسی نے نہ سنا۔ پھر ہم نے سوار ہو کر اس کے ساتھ اس کے خیمہ تک آئے اور چند دن قیام کیا۔ جب اس نے کوچ کیا تو ہم نے اس کے ساتھ کوچ کیا۔ وہ ہمذان جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ہمذان پہنچے اور اس کے ساتھ چند ماہ قیام کیا۔

پس اس کے بعد اس نے مجھے بلا کر پوچھا کیا تو مجھ سے بغداد میں مشہد النذور کے متعلق سوال نہ کرے گا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تب اس نے کہا: میں نے تیری صحبت کے احسان کی وجہ سے اپنے نفس کے خلاف تجھ سے بات کی اور جو حقیقت میں میرے نفس میں تھا وہ یہ تھا کہ جو اس معاملہ میں کہا جاتا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے

Presented By: https://jafrilibrary.com

ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس سے مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ واقع ہو کر سب کچھ ختم کر دے گا اور میں نے اپنی فکر کو اس کے زائل کرنے کے لئے حیلہ کرنے میں جانا اگر چہ گھروں میں اپنے تمام اموال اور تمام لشکروں کے ساتھ ہو۔ پس میں نے اس میں کوئی راستہ نہ پایا۔ پھر مجھے وہ بات یاد آئی جو آپ نے مجھے مقبرۃ النذور کی نذر کے متعلق بتائی تھی۔ میں نے کہا کہ کیوں نہ اس کا تجربہ کروں، پس میں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس معاملے میں کفایت فرمائے تو میں اس مشہد پر دس ہزار صحیح درہم پیش کروں۔ ابھی ایک دن ہی گذرا تھا کہ میرے پاس اس امر کے پورا ہونے کی خبریں آ گئیں۔ میں نے اس کے کاتب ابوالقاسم عبدالعزیز بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ اسے ابوالریان کو لکھے، وہ بغداد میں اس کا خلیفہ تھا، کہ وہ ان دراہم کو مشہد لے جائے۔ پھر اس نے عبدالعزیز کی طرف توجہ کی جو وہاں حاضر تھا۔ عبدالعزیز نے کہا: میں نے اس کے متعلق لکھ دیا تھا اور حکم نافذ ہو گیا ہے۔ الخ جیسا کہ اسے حافظ خطیب نے ذکر کیا۔

امام رافعی نے اپنی کتاب ”اَلتَّدْوِیْنُ فِیْ ذِکْرِ اَخْبَارِ قَزْوِیْن“ میں حضرت سلمان ربیعہ تمیمی الباہلی کا ذکر کیا اور اس کے صحابی یا تابعی ہونے میں خلاف کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ وہ قزوین میں داخل ہوئے اور ۳۱ھ ہجری آرمینیہ کے علاقہ لنجر میں وصال فرمایا۔ کہا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ قتل کئے گئے۔ پھر رافعی نے ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی کتاب ”دَلَائِلُ النُّبُوَّۃِ“ سے نقل کیا کہ اہل علاقہ نے ان کی ہڈیاں ایک تابوت میں رکھی ہیں جب ان سے بارش روک دی جاتی ہے وہ اس تابوت کو نکالتے ہیں اور اس کے توسل سے بارش مانگتے ہیں تو انہیں بارش عطا کی جاتی ہے۔ ابن جماعہ الباہلی نے فخر کرتے ہوئے کہا:

وَ اِنَّ لَنَا قَبْرَیْنِ قَبْرٌ بِلَنْجَرٍ
وَ قَبْرًا بِالصِّیْنِ یَا لَکَ مِنْ قَبْرٍ

فَهٰذَا الَّذِیْ بِالصِّیْنِ عَمَّتْ فُتُوْحُهٗ
وَ هٰذَا الَّذِیْ بِالتُّرْکِ یُسْقٰی بِهِ الْقَطْرُ

اور بے شک ہمارے لئے دو قبریں ہیں: ایک قبر لنجر میں ہے اور ایک چین میں، تو تعجب خیز قبر ہے۔

پس جو قبر چین میں ہے اس کی فتوح یعنی عنایات عام ہیں اور جو قبر ترک میں ہے اس کے ذریعے بارش طلب کی جاتی ہے۔

کہا: اگر شاعر کہتا، یُسْقٰی مِنَ الْقَطْرِ تو بہتر ہوتا تا کہ وہ اِقواء(۱) سے نجات پاتا جو متاخرین شعراء کے نزدیک عیب ہے اس طرح کہ پہلے شعر کا دوسرا مصرع مختل الوزن ہے۔ اور شاید یہ ناسخ کی تحریف سے ہے کیونکہ تاریخ کے جس نسخہ سے میں نے نقل کیا ہے وہ بہت زیادہ تحریف والا ہے۔

پھر کہا: جو قبر چین میں ہے وہ قتیبہ بن مسلم الباہلی رحمہ اللہ کی ہے اور جو قبر ترک میں ہے وہ حضرت سلمان بن ربیعہ ؓ کی ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت سلمان بن ربیعہ ؓ حضرت عمر فاروق ؓ کے والیوں اور ان سے روایت کرنے والوں میں سے تھے اور وہ صحیح مسلم کے رجال سے ہیں ان کے حالات ”اَلتَّهْذِیْب اور تَهْذِیْبُ التَّهْذِیْب وغیرہا“ میں ہیں۔ رہے حضرت قتیبہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ تو میں ان کے ترجمہ پر اب تک واقف نہیں ہوا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

حافظ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ”مناقب الامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ“ میں فرمایا: **الباب السابع : فی ثناء غرباء العباد والاولیاء علیه.**

---

(۱) شعر کے قافیہ کو مختلف کرنا یعنی کسی کو رفع دینا اور کسی کو جر دینا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

پھر احمد بن عباس الشامی سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرمایا: میں بغداد سے نکلا میرا ارادہ حج کا تھا۔ پس میرا استقبال ایک ایسے شخص نے کیا جس پر عبادت کا اثر تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے؟ میں نے کہا: میں بغداد سے آیا ہوں جب میں نے وہاں فساد دیکھا تو مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ بغداد اپنے اہل کے ساتھ زمین میں دھنس جائے گا۔ فرمایا: تو لوٹ جا اور خوف نہ رکھ بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کے چار اولیاء کرام کی قبریں ہیں وہ ان لوگوں کے لئے تمام مصیبتوں سے پناہ ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: امام احمد بن حنبل، معروف الکرخی بشر بن الحرث اور منصور بن عمار رحمہم اللہ تعالیٰ۔ پس میں لوٹ آیا اور ان قبور کی زیارت کی۔

اور اسے خطیب نے تاریخ بغداد میں روایت کیا اور اس پر اتنا زیادہ کیا کہ میں اس سال نہیں نکلا سوائے اس کے جو اول قصہ میں کہا کہ میں بغداد سے نکلا اور یہ نہیں کہا کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔

اور علامہ ابو حامد محمد العربی الفاسی نے اپنی کتاب ''مِرْأَۃُ الْمَحَاسِنِ مِنْ اَخْبَارِ الشَّیْخِ اَبِی الْمَحَاسِنِ ''میں اپنے والد کے متعلق نقل کیا جن کے حالات اس کتاب میں لکھے گئے اور وہ العلامہ الکبیر، ولی شہیر ابو المحاسن یوسف بن محمد القصری ہیں آپ فاس تشریف لائے اور وہیں مدفون ہیں۔ ان سے ابو محمد الشار مساحی رحمہ اللہ کے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا جو مندرجہ ذیل امور کے متعلق تھا،

زندوں کے ترحم (رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہنے) کے ساتھ مُردوں کی زیارت بدعت ہے اور میت کے سبب نفع اٹھانے کا قصد سوائے سیدنا سرور کونین ﷺ کی قبر شریف کی زیارت اور مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی زیارت کے متعلق تھا۔

پس وہ جواب دیا جسے الشار مساحی نے ذکر کیا جس پر ان کے غیر نے سبقت کی اور کہا کہ یہ قوم کے طریق سے نہیں ہے۔ اور اسے ابن العربی نے ذکر کیا اور کہا: کسی قبر کی زیارت نہ کی جائے کہ اس سے نفع اٹھایا جائے سوائے ہمارے نبی ﷺ کی قبر مبارک کے۔ لیکن جس مسلک پر جمہور ہیں اور آفاق میں جس پر عمل جاری ہے وہ قبور صالحین کی زیارت کرنا، ان کے وسیلے سے نفع اٹھانا اور ان کی برکتیں چننا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے ہیں۔

حجۃ الاسلام رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم '' سے کتاب آداب السفر میں فرمایا:

زندگی میں جس کی زیارت برکت کا سبب سمجھی جاتی ہے وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ان حضرات کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور نبی اکرم کا فرمان (لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِد) اس سفر کے لئے مانع نہیں ہے۔ اور ان کی طرف سے جواب میں امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا جیسے ''فتح الباری ''میں حافظ رحمہ اللہ کا کلام منقول ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے مزار شریف اور دوسرے صالحین کی قبور کی طرف سفر کو جائز قرار دیا۔

اور اس کی مثل ان کے شیخ علامہ ابو القاسم عبدوسی مالکی سے نقل کیا، پھر کہا: اور بہر حال اس میں جو قصد کیا جاتا ہے یا اس سے جو حاصل کیا جاتا ہے، پس شیخ ابو العباس زروق نے اپنے قواعد میں فرمایا جو صحیح ہے اور واضح کیا اور عمل کو زیارت مقابر کی طرح لازم الاباحت ٹھہرایا۔ پس کہا گیا کہ صرف نبی کریم ﷺ کے اس قول کی بنا پر اس کا اعتبار ہے کہ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ زیارت قبور، تلاوت، ذکر اور دعا کے سبب ان کے نفع کے لئے ہے کیونکہ ثواب کے پہنچنے پر اتفاق ہے جیسے صدقہ۔ اور کہا گیا ہے کہ زیارت قبور ان سے نفع اٹھانے کے لئے ہے جیسے زندوں سے اٹھایا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Presented By: https://jafrilibrary.com

حضرت موسیٰ کاظم ؑ کی قبر تریاق المجرب ہے۔

پھر اس موضوع پر ایک کلام نقل کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ شیخ ابو العباس ابن عقبہ نے اپنے شاگرد شیخ ابو العباس زروق سے فرمایا: کونسی مدد اقوی ہے زندہ کی یا میت کی؟ شیخ ابو العباس زروق نے کہا: بے شک لوگ زندہ کی مدد کو اقوی سمجھتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں میت کی مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ ابن عقبہ نے انہیں فرمایا: تو نے سچ کہا کیونکہ وہ بساط حق پر ہے۔ پس ان دونوں کے کلام سے ظاہر ہوا کہ میت کی زیارت زیادہ نفع مند ہے۔

رسالہ قشیری میں جو لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے ذریعے شفا طلب کی جاتی ہے اور یہ کہ آپ کی قبر مجرب تریاق ہے اس سے آپ کے نزدیک زیارت قبور کا جواز ظاہر ہوتا ہے۔

مدخل ابن الحاج میں ہے: زیارت کی جانے والی میت اگر ان افراد سے ہے جن کی برکات کی امید رکھی جاتی ہے پس اسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنایا جائے اور اسی طرح اس میت کو وسیلہ بنایا جائے جس سے نبی کریم ﷺ تک برکات کی امید رکھی جاتی ہے بلکہ بارگاہ الٰہی میں نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پکڑا جائے کیونکہ یہ توسل میں عمدہ، اس میں اصل اور اس کے لئے مشروع ہے۔ پس آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑا جائے اور اس کا جس نے احسان کے ساتھ آپ کی اتباع کی، پھر ان مقابر والوں کو وسیلہ بنایا جائے یعنی ان میں سے صالحین کا وسیلہ۔ اور بارگاہ الٰہی میں کثرت کے ساتھ ان کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں چن لیا ہے، انہیں شرف بخشا اور ان کی تکریم فرمائی ہے جس طرح دنیا میں ان کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے آخرت میں اس سے کثیر نفع ہوگا۔ پس جو اپنی حاجت چاہے پس وہ ان حضرات کے پاس جائے اور انہیں وسیلہ بنائے کیونکہ یہ بزرگ، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان

واسطہ ہیں۔ اور بے شک شرع میں یہ بات ثابت، مقرر اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا ایک مقام ہے۔ یہ بکثرت اور مشہور ہے۔ علماء مشرق ومغرب کے عظیم اکابر مزارات اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہتے ہیں اور حسی اور معنوی طور پر برکت پاتے ہیں۔

پھر شیخ امام ابو عبداللہ بن نعمان رحمہ اللہ کی کتاب ''سَفِینَۃُ النَّجا لِاَھْلِ الْاِلْتِجا فِیْ کَرَامَاتِ الشَّیْخِ اَبِی النَّجا'' سے ان کا ارشاد ذکر کیا جس کے الفاظ ہیں کہ:

ارباب بصیرت اور معتبر لوگوں کے نزدیک یہ متحقق اور ثابت ہے کہ صالحین کے مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لئے پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی (ظاہری زندگی کی طرح) وفات کے بعد بھی جاری ہے، اور صالحین کی قبور کے پاس دعا کرنا اور انہیں وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔

حافظ سخاوی نے ''اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَۃ'' کے اواخر میں فرمایا: اور وہ جگہ جو سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابو طالب ؑ کے سبب معروف ہے جس کا وصف حافظ العلم البرزالی نے بیان کیا ہے کہ وہ دیار مصر کی پناہ دینے والی جگہ ہے۔

اختصار کے ساتھ جس چیز کی نقل کا ہم نے ارادہ کیا تھا وہ اس کے ساتھ پورا ہوگیا۔

ہماری اس کتاب کو دیکھنے والا یہ جان لے کہ اس باب میں آثار اور علماء کرام کے اقوال سے جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے ہمارا مقصد ابن تیمیہ کے اس دعوی کو باطل کرنا ہے جو انہوں نے کیا کہ

''صحابہ کرام، تابعین اور علماء سلف سے ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو قبر النبی ﷺ پر یا کسی اور قبر پر حاضر ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے وسیلہ بنایا ہو، بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بناتے تھے جیسے حضرت عمر ؓ نے حضرت عباس ؓ کے ذریعے

Presented By: https://jafrilibrary.com

بارش طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: اے اللہ! بے شک ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا فرما دیتا تھا، اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما۔"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن تیمیہ کا یہ دعوی باطل ہے جیسا کہ اس سے ظاہر ہو گیا جو ہم نے حضرت عثمان بن حنیف، حضرت بلال بن حارث مزنی، حضرت عائشہ صدیقہ، حافظ ابن المقری، ابوالخیر المغربی، الخلال وغیرہمؓ سے نقل کیا۔ اور ہم نے ان کا کلام دوسرے راویوں سے منسوب کرتے ہوئے نقل کیا۔ ہم نے اختصاراً سندوں کو حذف کر دیا اور اپنی کتاب "اَلرَّدُّ الْمُحْکَمُ الْمَتِیْن" میں ان اسانید کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب "الاذکار" میں مزار شریف کی زیارت پر کلام کے دوران ذکر کیا کہ "پھر موقف اول کی طرف لوٹے، رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف رخ کرے، اپنے حق میں آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑے اور اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بنائے۔"

ابن علان الصدیقی نے اس کی شرح میں فرمایا: کیونکہ آپ کا وسیلہ سلف صالح، انبیاء، اولیاء وغیرہم کی سیرت ہے۔

تتمہ:

بے شک حضرت جبرائیلؑ نے حضرت آدمؑ کو نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کی تلقین کی۔ حضرت آدمؑ جب جنت میں تھے تو جنت میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا تھا پھر آپ بھول گئے۔ حضرت جبرائیلؑ نے جب آپ کو تلقین کی تو آپ کو یاد آ گیا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا؟ حضرت آدمؑ نے جواب دیا کہ انہوں نے یہ نام لکھا ہوا دیکھا تھا اور یہ واقع کے مطابق ہے، اور یہ نہیں کہا کہ حضرت جبرائیلؑ نے انہیں آپ ﷺ کا تعارف کرایا، یہ خلاف واقع ہے کیونکہ حضرت جبرائیلؑ نے حضرت آدمؑ کے بھولنے کے بعد انہیں یاد دلایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

توسل اور استعانت

(یہ مضمون مقالات شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ 'صفحہ 320 تا323' سے لیا گیا ہے)

انبیاء کرام اور اولیاء سے مدد مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم جل شانہ کی بارگاہ میں اس کے پیاروں کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندوں کی مرادیں پوری فرما دیتا ہے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس طرح مدد مانگنا کہ انسان اس مخلوق پر بھروسہ کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ مانے تو یہ حرام ہے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی امداد کی طرف ہو اور اللہ تعالیٰ کے نظام اسباب اور حکمت کو دیکھتے ہوئے اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور ظاہری طور پر اس سے مدد مانگے تو اہل معرفت سے دور نہیں ہے اور یہ شریعت میں جائز ہے، مخلوق سے ایسی استعانت انبیاء اور اولیاء نے بھی کی ہے، درحقیقت یہ استعانت اللہ تعالیٰ ہی سے ہے نہ کہ اس کے غیر سے۔'' (۱)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

جس بزرگ کی زندگی میں اس سے مدد طلب کی جاتی ہے، وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جائے گی، میں نے چار مشائخ کو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہوئے دیکھا جس طرح وہ اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ، ایک حضرت

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ ، تفسیر عزیزی فارسی (دہلی) ج ۱ ص ۸

حضرت شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ سید عبدالقادر جیلانی، ان کے علاوہ دو اور بزرگوں کا ذکر کیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی چار بزرگ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ بیان کر دیا۔

تحقیق آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی (اور زندہ) ہے، اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم اور شعور ہوتا ہے، کاملین کی روحوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اسی طرح ثابت ہے جس طرح زندگی میں تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ، اولیاء کرام کے لئے کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہے، تاہم یہ ان کی روحوں کے لئے ثابت ہے اور ان کی روحیں باقی ہیں، حقیقی تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت سے ہے، اولیاء کرام زندگی میں اور وفات کے بعد بھی اس کے جلال میں فنا ہو جاتے ہیں، (۱)

آخر میں مخالفین کے ایک عالم کا حوالہ بھی سن لیں، سید احمد بریلوی کے بھتیجے کا بیان ہے، وہ لکھتے ہیں:

آدھی رات کے وقت ہم مقام سَرِف میں پہنچے جہاں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار ہے، عجیب اتفاق ہے کہ اس دن میں نے کچھ نہیں کھایا تھا، بھوک کی وجہ سے میری طاقت جواب دے چکی تھی، روٹی حاصل کرنے کی بہت کوشش کی مگر کہیں سے نہ ملی، مجبوراً زیارت کے لئے حجرہ مقدسہ میں گیا، میں نے مزار شریف کے سامنے فقیرانہ ندا کی:

''اے جدۂ محترمہ! میں آپ کا مہمان ہوں، کھانے کے لئے کچھ عنایت فرمائیں اور اپنے الطاف کریمانہ سے مجھے محروم نہ فرمائیں۔''

اس کے بعد میں نے سلام کیا، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کی روح پر فتوح

(۱) عبدالحق محدث دہلوی شیخ محقق ، اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۷۱۵

Presented By: https://jafrilibrary.com

کو ایصال کیا، میں نے بیٹھ کر سر آپ کی قبر پر رکھا ہوا تھا کہ رزاق مطلق اور دانائے برحق کی طرف سے تازہ انگور کے دو گچھے میرے ہاتھوں میں آگئے۔ عجیب ترین بات یہ تھی کہ سردیوں کا موسم تھا اور کہیں بھی تازہ انگور میسر نہ تھے، میں حیران رہ گیا، ایک گچھا تو میں نے وہیں کھا لیا، حجرے سے باہر آکر ایک ایک دانہ ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور میں نے یہ اشعار کہے:

یافت مریم گر بہ ہنگام شتا — میوہ ہائے جنت از فضل خدا
ایں کرامت در حیاتش بود وبس — بعد فوتش نقل نمود است کس
بعد فوت زوجِ ختم المرسلین — رفتہ چندیں قرنہا اے دور بین
بنگر از وے ایں کرامت یافتم — مایۂ صد گونہ نعمت یافتم

اگرچہ حضرت مریم کو سردی کے موسم میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنتی میوے ملے۔

تاہم یہ کرامت صرف ان کی زندگی میں تھی، ان کی وفات کے بعد کسی نے یہ کرامت نقل نہیں کی۔

اے دور تک دیکھنے والے حضور ختم المرسلین ﷺ کی زوجہ محترمہ کی وفات کو کئی صدیاں گزر گئی ہیں۔

دیکھ کہ میں نے ان کی یہ کرامت پائی اور سو قسم کی نعمت کا سرمایہ حاصل کیا۔(۱)

(۱) محمد علی سید ، مخزن احمدی

تعارف جامعہ قادریہ رضویہ ٹرسٹ

مصطفیٰ آباد فیصل آباد

جامعہ قادریہ رضویہ اہلسنت وجماعت کی معیاری دینی درسگاہ ہے اس کی بنیاد نائب محدّث اعظم پاکستان شہید اہلسنت مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج ابوالشاہ محمد عبدالقادر قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور معین ملت والدین ابوالمعالی حضرت علامہ محمد معین الدین قادری رضوی نوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء سمیت اگست 1963ء میں رکھی۔

1963ء سے یہ مادر علمی سرچشمۂ علم وحکمت بنی ہوئی ہے اور تشنگان وطالبان شعور وآگہی سیراب ہوکر چاردانگ عالم میں فیضان محدّث اعظم پاکستان کے گوہر نچھاور کر رہے ہیں۔ تبلیغی اور تعلیمی ودینی اور علمی فرائض سرانجام دے رہے ہیں وقت کے بدلتے تقاضوں کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم ونظام تعلیم میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔

حضرت معین الدین الشافعی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری کو بطور مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ کا منصب سونپا گیا۔ آپ نے جامعہ کو مختصر عرصہ میں جدید سہولیات سے آراستہ کیا اور فروغ دین اسلام کیلئے جدید پروجیکٹس کا آغاز کیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ وبفضل حبیبہ الکریم علیہ الصلاۃ والسلام ادارہ میں ذی استعداد اساتذہ کرام، جانثار محنتی کارکنان اور مخلص معاونین نے ادارے کی بہتری کیلئے کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا نتیجۃً ادارہ عروج وترقی کی اعلیٰ منازل طے کر رہا ہے۔

جامعہ قادریہ رضویہ کا منظر:

جامعہ کا تعلیمی معیار بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی عمارت بھی خوبصورت ہے، خاص طور پر جامعہ کی مسجد بڑی دیدہ زیب ہے اس کے شمال میں شہید اہل السنّت الشیخ عبدالقادر اور الشیخ معین الدین القادری الشافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات ہیں ان پر ایک خوبصورت گنبد تعمیر کیا گیا ہے، جو تاجدار بریلی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد کی مشابہت

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی وجہ سے بریلی شریف کی یاد دلاتا ہے۔ مسجد کے جنوب میں نوتعمیر چھ منزلہ تدریسی عمارت اور سامنے دو منزلوں میں تدریسی بلاک ہے اور مشرق کی طرف ایک خوبصورت پانچ منزلہ عمارت مصطفائی کالج برائے خواتین اور چھ منزلہ عمارت ایمز کیمبرج سسٹم کی تعمیر کی گئی ہے جامعہ میں ایک خوبصورت لائبریری ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ تاریخ، علوم دینیہ وعلوم عصریہ کی اردو، انگلش، فارسی، عربی زبانوں میں ہزاروں کتب موجود ہیں۔ لائبریری کیلئے شہید اہل سنت ابوالشاہ محمد عبدالقادر اور ابوالمعالی محمد معین الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات کے اردگرد خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی ہے مرکزی لائبریری کا قیام ریسرچ ورک کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

تعلیمی شعبہ جات :

ادارہ متعدد جدید وقدیم تعلیمی شعبہ جات پر مشتمل ہے۔

۱۔ تخصص فی الفقہ الاسلامی

۲۔ درسِ نظامی مع انٹر، بی۔اے، ایم۔اے اور ایم۔فل ر پی۔ایچ۔ڈی

۳۔ دارالافتاء

۴۔ شعبہ تحفیظ القرآن

۵۔ شعبہ تجوید وقرأت

۶۔ مڈل کلاس (پرائمری پاس حفاظ کرام کیلئے ایک سالہ کورس ہے)

۷۔ جامعہ قادریہ للبنات (درسِ نظامی)

۸۔ مصطفائی کالج برائے خواتین

۹۔ مصطفائی ماڈل سکول (بوائز رگرلز برانچ)

۱۰۔ ایمز (AIMS) کیمبرج سسٹم

۱۱۔ مرکز تحقیق

۱۲۔ المصطفیٰ انٹرنیشنل

۱۳۔ المصطفیٰ قرآن اکیڈمی

Presented By: https://jafrilibrary.com

فیضِ رضا پبلی کیشنز

Al-Baghdad Printers PAK. Tel: +92-41-8788807

Presented By: https://jafrilibrary.com